تحفۃُ المُناظِر

مبادیات مناظرہ، اصول حدیث، عقائد، تقلید، رفع یدین، قرأت خلف الامام
بیس تراویح، آمین بالجہر، طلاق ثلاثہ، صفات باری تعالیٰ، حاضر و ناظر،
علم غیب، نور بشر اور عید میلاد النبی پر مکمل و مدلل سیر حاصل بحث

مناظر اسلام وکیل احناف
حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

ترتیب و تخریج
مفتی ضیاء الرحمان ذاکر
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق

آمین بالجہر

آمین بالجہر

تعیین مدعی

اس مسئلے میں بھی غیر مقلدین مدعی ہیں، کیونکہ مدعی کی تعریف "من اذا ترك ترك" ان پر صادق آتی ہے، اگر غیر مقلدین اپنے دعوی (آمین بالجہر) سے باز آجائیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے مناظرہ نہیں ہوگا۔

نیز مدعی کی دوسری تعریف: "الذی یثبت امراً زائداً فهو المدعی" کے پیش نظر بھی غیر مقلدین مدعی ہیں، چونکہ آمین کہنے پر فریقین کا اتفاق ہے، غیر مقلدین ایک امر زائد (صفت جہر) کو ثابت کرتے ہیں، لہذا وہ مدعی ہیں۔

اسی طرح جو خلاف اصل کا دعوی کرے وہ مدعی ہوتا ہے۔ اس قول کے مطابق بھی غیر مقلدین مدعی ہیں، چونکہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے لیکن غیر مقلدین خلاف اصل کے مدعی ہیں کہ دعا بالجہر ہو۔

مذہب

احناف و مالکیہ کے نزدیک آمین بالسر کہنا سنت ہے، امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے: "فقال الحنفية ومالك والشافعی فی الجدید: یأتی بها سراً، وقال الشافعی فی القدیم وأحمد: یجهر بها فی الجهرية" (۱).

تعیین دعوی

غیر مقلدین چونکہ مدعی ہیں، لہذا دعوی لکھنا ان کی ذمہ داری ہے اور دعوی میں اس چیز کا خاص لحاظ رکھنا کہ بحث ثبوت وعدم ثبوت پر نہیں بلکہ مسئلہ مختلف فیہا کی شرعی حیثیت متعین کرنا لازمی ہے، لہذا نفس ثبوت کارآمد ومفید نہیں کہ یہ کہا جائے کہ "آمین بالجہر ثابت ہے" بلکہ اس ثبوت کو کسی نہ کسی حکم شرعی (فرض، واجب، سنت

(۱) (أوجز المسالك، كتاب الصلوة، باب ما جاء فی التأمین خلف الإمام: ۲/۱۹۲، دار القلم دمشق).

وغیرہ) سے متصف کرنا ہوگا۔

غیر مقلدین سے دعویٰ میں یہ لکھوانا بھی ضروری ہے کہ آمین بالجہر ہر مقتدی کے لئے (خواہ وہ ابتداء سے نماز کے ساتھ ہو یا درمیان میں آیا ہو یا اختتام فاتحہ کے وقت آیا ہو) سنت یا واجب ہے۔

اور یہ بھی لکھوائیں گے کہ "مقتدی کا امام کی فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر کہنا اور اپنی فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر نہ کہنا سنت ہے" کیونکہ ان کے ہاں ہر مقتدی کو فاتحہ پڑھنی ہے، جب کہ اپنی فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر نہیں کرتے۔

اگر غیر مقلدین یہ دعویٰ لکھ کر دیں کہ "ہر مقتدی کا جہری نمازوں میں امام کی فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر کہنا اور اپنی فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر نہ کہنا سنت مؤکدہ ہے" تو ہمارا جواب دعویٰ یہ ہوگا:

جواب دعویٰ

"مقتدی کے لئے آمین بالجہر کہنا خلاف اولیٰ ہے"۔

دلائل احناف

۱...... آمین دعا ہے جیسا کہ "بخاری" میں حضرت عطا سے منقول ہے: "وقال عطاء : آمين دعاء"(۱).

اور دعا میں اخفاء اولیٰ ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿ادعو ربكم تضرعاً وخفية﴾ [الأعراف: ۵۵]، ﴿إذ نادى ربه نداءً خفياً﴾ [مريم: ۳].

۲...... عن وائل بن حجر أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قرأ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ فقال: آمين، وخفض بها صوته"(۲).

"وائل بن حجر راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ﴿غير المغضوب عليهم والضالين﴾ پڑھی اور آہستہ سے آمین کہی"۔

اس روایت پر چار قسم کے اعتراض کئے جاتے ہیں:

۱- شعبہ سے اس روایت میں غلطی ہوئی، انہوں نے حجر بن العنبس کے بجائے عن حجر بن

---

(۱) الصحيح للبخاري مع العمدة، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۶۹/۶، دار الكتب العلمية.

(۲) السنن للترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في التأمين: ۱/۵۸، سعيد.

حسن کہا۔

۲-شعبہ نے حجر اور وائل کے درمیان علقمہ کا واسطہ بڑھایا۔

۳-شعبہ نے "خفض بہا صوتہ" کے الفاظ نقل کئے جب کہ روایت میں "مدبہا صوتہ" کے الفاظ ہیں۔

۴-علقمہ اپنے والد کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تو انہوں نے کس طرح اپنے والد سے یہ روایت سنی؟

ان تمام اعتراضات کے تسلی وتشفی بخش جوابات علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ نے تفصیلاً "معارف السنن" میں دیئے ہیں(۱)۔

۳- "كان عمر وعلى لايجهر ان بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتأمين"(۲).

''حضرت عمر وحضرت علی بسم اللہ، تعوذ اور آمین جہراً نہیں کہتے تھے''۔

٤- "عن وائل بن حجر أنه صلى مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حين قال: ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ قال: آمين، يخفض بها صوته. هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه"(۳).

''حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ کے بعد پست آواز سے آمین کہی''۔ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے''۔

٥- عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فسمعته حين قال: ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ قال آمين، وأخفى بها صوته(٤).

غیر مقلدین کے دلائل

۱...... "عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا فرغ من قراءة أم

(۱) معارف السنن، كتاب الصلوة، باب ماجاء في التأمين: ۲/۴۰۰، ۴۰۵، سعيد)

(۲) وشرح معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب قراءة بسم الله في الصلوة: ۱/۱٤۰، سعيد).

(۳) والمستدرك للحاكم كتاب التفسير: ۲/۲۵۳، دار الكتب العلمية).

(٤) وسنن دارقطني، كتاب الصلوة، باب التأمين في الصلوة: ۱/٦۸٦، دار الكتب العلمية).

قرآن، رفع صوته، وقال آمين"(۱).

''حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحہ پڑھ لیتے تو باآواز بلند آمین کہتے''۔

"عن وائل بن حجر قال: سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قرأ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ وقال آمين، ومدبها صوته"(۲).

''حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا ﴿غیر المغضوب علیهم والضالين﴾ کے بعد کھینچ کر آمین کہی''۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا آمین بالجہر کہنا سنت ہے اور منفرد وامام کا حکم ہر چیز میں واحد ہے لہذا مقتدی کے لئے بھی آمین بالجہر کہنا ثابت ہے۔

جواب: ثبوت الشيء لايفيد كونه سنةً أو واجباً کسی چیز کا ثابت ہونا اس کے سنت یا واجب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس کے لئے مستقل دلیل ناطق چاہیے، ہوز قائماً ثابت ہے، لیکن اسے سنت یا واجب آپ بھی نہیں کہتے، لہذا نفس ثبوت مفید نہیں۔

۲...... آپ کا دعویٰ ہے اہل حدیث کے دو اصول: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول لہذا آپ کا استدلال صرف انہی دو سے معتبر ہوگا۔ مقتدی کو منفرد وامام پر کس طرح قیاس کرتے ہیں؟ قیاس تو آپ کے نزدیک جائز ہی نہیں۔

۳...... "حدثنا محمد بن كثير قال أخبر ناسفيان عن سلمة، عن حجر أبي العنبس الحضرمي عن وائل بن حجر قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قرأ ﴿ولا الضالين﴾ قال: آمين، ورفع بها صوته"(۳).

''حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ﴿ولا الضالین﴾ کہتے تو باآواز بلند آمین کہتے''۔

---

(۱) (سنن دار قطني، كتاب الصلوة، باب التأمين في الصلوة: ۱/۶۸۸، دار الكتب العلمية).

(۲) (السنن للترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في التأمين: ۱/۵۷، سعيد).

(۳) (سنن أبوداؤد، كتاب الصلوة، باب التأمين وراء الإمام: ۱/۱۴۲، إمداديه).

جواب: جس وہم کی نشاندہی آپ نے شعبہ کی روایت میں کی کہ شعبہ حجر أبی العنبس کہتے ہیں حالانکہ یہ حجر بن عنبس ہے، وہی وہم یہاں سفیان سے بھی ہوا ہے۔

۲- حدیث میں مقتدیوں کے آمین بالجہر کہنے سے متعلق کوئی بات نہیں کہ اس سے اس پر آمین بالجہر پر استدلال کیا جائے۔

۳- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امین بالجہر کہنا عارضی اور تعلیماً تھا جیسا کہ ابو البشر دولابی نے کتاب "الاسماء والکنیٰ" میں وائل بن حجر کی روایت نقل کی ہے: "وقرأ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ فقال: آمين يمد بها صوته، ما أراه إلا ليعلمنا"(۱).

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ کے بعد کھینچ کر آمین کہی۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ آپ کا کھینچ کر آمین کہنا ہماری تعلیم کے لئے تھا''۔

''جہر عارض کی کئی مثالیں موجود ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما الجهر العارض فمثل ما في الصحيح أنه كان يجهر بالآية أحياناً، ومثل جهر بعض الصحابة خلفه بقوله: "ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه"، ومثل جهر عمر بقوله: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك"، ومثل جهر ابن عمر وأبي هريرة بالاستعاذة، ومثل جهر ابن عباس بالقراءة على الجنازة ليعلموا أنها سنة، ويمكن أن يقال: جهر من جهر بها من الصحابة كان على هذا الوجه ليعرفوا أن قراءتها سنة، لا لأن الجهر بها سنة"(۲).

''جہر عارض کی امثلہ میں سے چند یہ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بسا اوقات سری نمازوں میں جہراً پڑھنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں بعض صحابہ کرام کا جہراً سبحانك اللهم وبحمدك الخ پڑھنا، حضرت ابن عمر وابو ہریرۃ کا جہراً تعوذ پڑھنا، حضرت ابن عباس کا نماز جنازہ میں جہراً قرأت کرنا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ بھی سنت ہے، اسی طرح بسم اللہ کے متعلق کہا جائے گا کہ جن صحابہ نے جہراً بسم اللہ پڑھی ان کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا

---

(۱) معارف السنن، كتاب الصلوة، باب ماجاء في التأمين: ۲/۴۰۶، سعيد).

(۲) مجموعة الفتاوى: ۲۲/۲۴۶، مكتبة العبيكان).

کہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، یہ مقصد نہیں تھا کہ بسم اللہ جہرا سنت ہے"۔

غیر مقلدین جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں اکثر دلائل میں جہر کا ذکر نہیں صرف لفظ قول موجود ہے اور "قول" جہر پر دلالت نہیں کرتا، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں ہے:﴿قال أنتم شر مكانا﴾ [يوسف: ۷۷] یہاں جہر نہیں۔

اسی طرح مؤمنین کی صفات بیان کی گئی ہیں:﴿الذين إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ [البقرة: ۱۵٦] یہاں بھی بالاتفاق زبان سے یہ کہنا شرط نہیں، صرف یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ سب کچھ اللہ کی ملک ہے اور سب نے اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ "مسلم" میں روایت ہے: "وإذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا ربنا ولك الحمد" (۱)۔

آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مقتدی "ربنا لک الحمد" جہر سے نہیں کہے گا۔

وجوہ ترجیح

آمین کے متعلق جن روایات میں رفع صوت کی تصریح ہے، ان میں اکثر کی سند میں کلام ہے اور جو روایات سنداً درست ہیں وہ تعلیم پر محمول ہیں، اس کے خلاف آمین بالسر کی روایات اوفق للقرآن ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اخفاء اولیٰ ہے۔

آمین بالسر پر بزرگ صحابہ کرام عمل پیرا تھے، جیسا کہ "الجوہر النقی" میں علامہ طبری کے حوالے سے ہے:

"قال الطبري: وروى ذلك [إخفاء التأمين] عن ابن مسعود، وروي عن النخعي والشعبي وإبراهيم التيمي كانوا يخفون. والصواب أن الخبرين بالجهر بها والمخافة صحيحان، وعمل بكل من فعليه جماعة من العلماء، وإن كنت مختاراً خفض الصوت بها؛ إذ كان أكثر الصحابة والتابعين على ذلك" (۲)۔

> "علامہ طبری فرماتے ہیں: آمین بالسر حضرت ابن مسعود سے مروی ہے، ابراہیم نخعی، شعبی، ابراہیم تیمی آمین بالسر پر عمل پیرا تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آمین بالجہر و آمین بالسر دونوں کی

---

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب التشهد في الصلوة: ۱/۱۷٤، قديمي).

(۲) (الجوهر النقي على البيهقي، كتاب الصلوة، باب جهر الإمام بالتأمين: ۲/۵۸، تاليفات اشرفيه ملتان).

روایات صحیح ہیں اور علماء کی ایک بڑی جماعت دونوں طرف ہے، اگر آپ کسی ایک کو ترجیح دینا چاہتے ہیں تو آمین بالسر کو اختیار کریں کیونکہ صحابہ وتابعین کی اکثریت اسی پر عمل پیرا تھی"۔

علاوہ ازیں آمین بالسر کو تواتر عملی جیسی تائیدات حاصل ہیں اور تواتر عملی کی حیثیت ماقبل میں گزر چکی کہ تواتر عملی تواتر السند سے بھی قوی ہے۔

اس کے علاوہ اگر آمین بالجہر سنت ہوتی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کی جماعت دن میں تین مرتبہ اس پر عمل پیرا رہتے تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت آمین بالجہر کی روایت کرتی، جب کہ ایک بھی صحیح، صریح، مدعا پر نص روایت موجود نہیں، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آمین بالجہر سنت نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بسم اللہ جہرا پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں: "فإن كون النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يجهر بها [البسملة] دائماً، وأكثر الصحابة لم ينقلوا ذلك ولم يفعلوه متمنع قطعاً"(۱).

"یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمیشہ جہراً بسم اللہ کہیں اور صحابہ کی اکثریت نہ اسے نقل کرے اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہو"۔

مزید فرماتے ہیں: "فمن المعلوم أن الجهر بها [البسملة] مما تتوافر الهمم والدواعي على نقله، فلو كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يجهر بها كالجهر بسائر الفاتحة لم يكن في العادة ولا في الشرع ترك نقل ذلك، بل لو انفرد بنقل مثل هذا الواحد والاثنان لقطع بكذبهما"(۲).

"یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ جہراً بسم اللہ پڑھنا ایسی چیز ہے جسے نقل کرنے کی وجوہات واسباب بہت ہیں، اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتحہ کی طرح بسم اللہ بھی جہراً پڑھا کرتے تو عادۃً وشرعاً یہ بات ناممکن ہے کہ اسے نقل نہ کیا جائے، بلکہ اگر اس قسم کے مسائل (جن کا وقوع کثرت سے ہو) میں بجائے ایک بڑی جماعت کے صرف ایک دو راوی روایت کریں، تو ان کی روایت بالکل ناقابل اعتبار ہوگی"۔

یہی معاملہ آمین بالجہر کا ہے اگر آمین بالجہر سنت ہوتی اور صحابہ کرام کی بڑی جماعت اس پر عمل پیرا رہتی تو اس

(۱) مجموعة الفتاوى: ۲۲/۲۳۹، مكتبة العبيكان.

(۲) مجموعة الفتاوى: ۲۲/۲۴۳، مكتبة العبيكان.

کے رواۃ تواتر کی حد تک ہوتے۔ غیر مقلدین "لو انفرد بنقل مثل هذا الخ" کے متعلق کیا لب کشائی کریں گے؟

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر آمین بالسر سنت ہوتی تو اس کے رواۃ بھی کثیر تعداد میں ہونے چاہئیں حالانکہ یہاں بھی کثرت مفقود ہے، اس کا جواب علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس عبارت میں ہے:

"فإن قيل هذا معارض بترك الجهر بها؛ فإنه مما تتوافر الهمم والدواعي على نقله، ثم هو مع ذلك ليس منقولاً بالتواتر، بل قد تنازع فيه العلماء، كما أن ترك الجهر بتقدير ثبوته كان بدوام عمله ثم لم يُنقل نقلاً قاطعاً، بل وقع فيه النزاع.

قيل: الجواب عن هذا من وجوه: أحدها أن الذي تتوافر الهمم والدواعي على نقله في العادة ويجب نقله شرعاً هو الأمور الوجودية، فأما الأمور العدمية فلا خبر لها ولا ينقل منها إلا ما ظن وجوده أو احتيج إلى معرفته، فينقل للحاجة ......وإن عدم النقل يدل على أنه لم يكن نقلاً قاطعاً عادة وشرعاً، بل يُستدل بعدم نقله مع توافر الهمم والدواعي في العادة والشرع على نقله أنه لم يكن"(۱)

"حاصل جواب یہ ہے کہ امور وجودیہ ایسی چیز ہے کہ عادۃً اس کے نقل کی وجوہات واسباب وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں اور شرعاً انہیں نقل کرنا واجب ہوتا ہے، امور عدمیہ تو ہوتے ہی معدوم ہیں ان کے متعلق خبر ہی نہیں ہوتی، تو انہیں کس طرح نقل کیا جائے، البتہ ایسے امور عدمیہ جن کے ظہور پذیر ہونے کی امید ہو یا ان کی معرفت کی ضرورت پڑے تو بنا بر ضرورت انہیں نقل کیا جاتا ہے...... کسی چیز کو عادۃً وشرعاً جس طرح نقل ہونا چاہیے تھا اس طرح نقل نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ چیز ہے ہی نہیں بلکہ عادۃً وشرعاً باوجود نقل کی وجوہات واسباب کے اس طرح نقل نہ ہونا نہ ہونے کی دلیل ہے"۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۲۲/ ۴۲۵، مكتبة العبيكان).